رسائل و مسائل

سفر میں روزہ

مرض اور سفر کے سلسلے میں قرآن کی آیت کے الفاظ مطلق ہیں ' ان میں قید اور تحدید نہیں ہے ۔ کوئی بھی مرض اور کوئی بھی سفر ہو ' اس میں روزہ چھوڑا جا سکتا ہے ۔ بس شرط یہ ہے کہ مریض صحت پانے پر اور مسافر مقیم ہونے پر روزے ادا کرے ۔ اس مطلق آیت کا یہی مفہوم زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے' اور یہی تنگی اور مشقت سے بچانے کے اسلامی مقصد سے زیادہ قریب ہے ۔ یہ حکم مرض کی شدت یا سفر کی مشقت سے نہیں ' مطلق مرض اور سفر سے متعلق ہے ' تاکہ لوگوں کو سہولت ہو اور وہ دشواری میں نہ پڑیں۔ مرض اور سفر کے سلسلے میں بعض ایسی باتیں ملحوظ ہو سکتی ہیں جنھیں اللہ جانتا ہے ' انسان نہیں جانتا۔ سفر اور مرض میں کچھ ایسی مشقتیں ہو سکتی ہیں جو بظاہر یا انسانی اندازے سے معلوم نہ ہوتی ہوں۔ جب تک اللہ کسی حکمت کو بیان نہ کرے ' ہم اس کی تاویل نہیں کریں گے اور نصوص کی پیروی کریں گے ' خواہ ان کی حکمت ہم پر مخفی رہے۔ یہ قطعی بات ہے کہ ان کے پیچھے کوئی نہ کوئی حکمت ہے ' اور یہ ضروری نہیں ہے کہ ہمیں اس کا علم ہو ۔

یہ بات کہی جاتی ہے کہ اس رائے کو بیان کیا جائے تو رخصتوں کے متلاشی رخصتوں کے پیچھے دوڑ پڑیں گے ' اور معمولی معمولی باتوں کے بہانے فرض عبادات ترک کر دی جائیں گی ——— اور یہی وجہ ہے کہ فقہاء نے اس معاملہ میں شدت برتی اور شرطیں عائد کی ہیں ۔ لیکن میرے نزدیک یہ بات صحیح نہیں ہے کہ نصِ قرآنی نے جس حکم کو مطلق اور عام رکھا ہے ' اسے اس اندیشے سے مقید اور خاص کر دیا جائے ۔ دین لوگوں کو طوق و سلاسل میں جکڑ کر خدا کی اطاعت کی طرف نہیں لاتا ۔ وہ تقویٰ اور خوفِ خدا سے اپنی طرف کھینچتا ہے ۔ اور اس روزہ کی

توغایت خصوصیت سے تقویٰ ہی ہے۔ جو شخص کسی رخصت کی آڑ لے کر فریضہ کی ادائیگی سے کتراتا ہے' اس میں شروع ہی سے کوئی خیر نہیں ہے۔ اس میں اس فریضہ کی ادائیگی کی اولین غایت' تقویٰ کا وجود نہیں ہے۔ یہ دین انسانوں کا نہیں' خدا کا دین ہے۔ خدا خوب جانتا ہے کہ اس نے کس طرح رخصتوں کے مواقع اور شدت کے مواقع کو ملا کو اس دین کو ایک وحدت کی شکل دی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کسی موقع پر رخصت کے پیچھے کوئی مصلحت ہو سکتی ہے جو اس کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ لوگ اللہ کی بخشی ہوئی رخصتوں کو قبول کریں۔

اگر کسی دور میں لوگ بگڑ جائیں تو ان کی اصلاح کا طریقہ یہ نہیں ہے کہ احکام میں شدت پیدا کر دی جائے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ ان کی اور ان کے دلوں کی اصلاح اور ان کی اچھی تربیت کی جائے۔ ان کے باطن میں تقویٰ کا شعور زندہ و بیدار کیا جائے۔

اس میں شک نہیں کہ لوگ بگڑ جائیں تو ان کے بگاڑ کے علاج اور سدباب ذریعہ کے طور پر معاملات میں شدت برتی جا سکتی ہے۔ لیکن عبادات کا معاملہ بالکل مختلف ہے۔ عبادت خدا اور بندے کے درمیان کا معاملہ ہے۔ عبادات سے بندوں کے مصالح کا --- جن میں ظاہری حالات کو ملحوظ رکھا جاتا ہے --- براہ راست کوئی تعلق نہیں ہے۔ عبادات میں اس ظاہر کی' جس کی بنیاد تقویٰ پر نہ ہو' کوئی قیمت نہیں۔ تقویٰ موجود ہو تو کوئی شخص راہِ فرار اختیار نہ کرے گا۔ وہ رخصتوں سے اسی وقت فائدہ اٹھائے گا جب کہ اس کا دل مطمئن ہو' وہ دیکھے کہ یہی صورت اولیٰ ہے' اور وہ محسوس کر رہا ہو کہ جس صورتِ حال سے وہ دوچار ہے اس میں خدا کی اطاعت اس میں ہے کہ اس رخصت کو اختیار کیا جائے۔ عبادات کے احکام میں شدت پیدا کرنا' اور جن رخصتوں کو نصوص نے مطلق اور بلا قید رکھا ہے ان میں تنگی پیدا کرنا' بعض لوگوں کے لیے تنگی پیدا کرنے کا موجب ہو سکتا ہے' جب کہ راہ فرار اختیار کرنے والوں کو درست کرنے کے لیے یہ عمل بہت زیادہ سود مند نہیں ہو سکتا۔

[illegible] میں یہی بہتر ہے کہ ہم امور کو اس شکل میں اختیار کریں جس شکل میں اللہ انہیں چاہتا ہے۔ اس کے دین میں جو رخصتیں ہیں اور جن معاملات میں عزیمت کی راہ اختیار کرتی ہے' ان دونوں میں جو دور و قریب کی مصلحتیں مضمر ہیں' اللہ انہیں ہم سے زیادہ جانتا ہے اور وہ ہم سے زیادہ صاحبِ حکمت و دانش ہے۔ یہ ہے اس معاملہ میں خلاصۂ کلام!

سفر کے متعدد اور مختلف حالات میں روزہ رکھنے یا نہ رکھنے کے سلسلے میں جو سنتِ رسولؐ

مروی ہے ' اس میں سے کچھ کو ہم یہاں درج کریں گے۔ ان میں بعض احادیث میں روزہ نہ رکھنے کی ہدایت کی گئی ہے ' اور بعض احادیث میں روزے کی ممانعت کا ذکر نہیں ہے۔ مجموعی طور پر یہ احادیث اس تصور کی تائید کرتی ہیں جس پر سلف صالح دینی امور کے سلسلے میں تھے ' قبل اس کے کہ فقہائے متاخرین کے ہاتھوں احکام فقہی پیچیدگیوں کی شکل اختیار کر لیں۔ ان اسلاف ---- رضوان اللہ علیہم ---- کی روش میں زیادہ زندگی ہے ' اور وہ اس دین کی روح اور اس کی فطرت سے فقہی بحثوں کے مقابلے میں زیادہ قریب ہے۔ اس روش کے ساتھ اور اس کی فضا میں زندگی گزارنے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ قلب میں اس عقیدے اور اس کی خصوصیات کے سلسلے میں زندہ ذوق پیدا ہو جاتا ہے!

"جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے سال رمضان کے مہینے میں سفر پر نکلے ' یہاں تک کہ آپؐ "کراع الغمیم" پہنچے۔ آپؐ بھی روزے سے تھے اور لوگوں کا بھی روزہ تھا۔ آپؐ نے پانی سے بھرا پیالہ منگایا ' اسے اتنا بلند کیا کہ لوگ اسے دیکھ لیں ' اور پانی پی لیا۔ اس کے بعد آپؐ کو بتایا گیا کہ (آپؐ کے روزہ افطار کرنے کے باوجود) کچھ لوگ روزہ سے رہے۔ آپؐ نے فرمایا ' یہ لوگ نافرمان ہیں ' یہ لوگ نافرمان ہیں!" (مسلم ' ترمذی)

"انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ' انہوں نے فرمایا ' ہم ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ ہم میں سے کچھ لوگ روزے سے تھے ' اور کچھ بے روزہ تھے۔ ایک شدید گرمی کے دن ہم ایک منزل پر اترے۔ ہم میں سے سب سے زیادہ سایہ اس شخص کو حاصل تھا جس کے پاس چادر تھی۔ ہم میں وہ لوگ بھی تھے جو اپنے ہاتھ کی آڑ کر کے دھوپ سے اپنا بچاؤ کر رہے تھے۔ تو روزے دار زمین پر گر پڑے ' اور جن کا روزہ نہ تھا وہ اٹھے ' انہوں نے خیمے لگائے اور سواری کے جانوروں کو پانی پلایا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج روزہ نہ رکھنے والے اجر لے گئے! (بخاری و مسلم ' نسائی)

"جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ' انہوں نے فرمایا ' نبی صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں تھے۔ آپ نے ایک شخص کو دیکھا کہ لوگ اس کے گرد جمع ہیں اور اس پر سایہ کیا ہوا ہے۔ آپؐ نے دریافت کیا اسے کیا ہوا؟ لوگوں نے کہا یہ روزے سے ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ' سفر میں روزہ رکھنا نیکی کا کام نہیں ہے!" (مالک ' بخاری ' مسلم ' ابوداؤد ' نسائی)

"عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ' انہوں نے کہا ' میں رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کے پاس ایک سفر سے آیا۔ آپؐ نے فرمایا، اے ابا امیہ! صبح کے کھانے کا انتظار کرو۔ میں نے کہا، اے اللہ کے رسولؐ! میں روزے سے ہوں۔ آپؐ نے فرمایا، میں تمہیں مسافر کے بارے میں (شریعت کا حکم) بتاتا ہوں' اللہ نے مسافر سے روزہ اور نصف نماز ساقط کر دی ہے۔" (نسائی)

"انس بن مالکؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے مسافر سے نصف نماز کم کر دی ہے، اور اسے روزہ نہ رکھنے کی رخصت عطا کی ہے، اور دودھ پلانے والی اور حاملہ عورت کو بھی یہ رخصت دی ہے جب کہ انھیں (روزہ رکھنے سے) اپنے بچوں کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو"! (اصحاب السنن)

"عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، انہوں نے فرمایا، حمزہ بن عمرو اسلمی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سفر کی حالت میں روزہ رکھنے کے بارے میں دریافت کیا، (اور وہ بہت زیادہ روزے رکھتے تھے)' تو آپؐ نے فرمایا، تم چاہو تو روزہ رکھو، اور چاہو تو روزہ نہ رکھو۔" (مالک، بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی)

"انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے فرمایا، ہم (سفر میں) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ ہم میں سے کچھ روزے سے تھے، اور کچھ نے روزہ نہ رکھا تھا۔ لیکن نہ روزہ دار، بے روزہ دار پر اعتراض کرتا، اور نہ بے روزہ دار، روزہ دار پر اعتراض کرتا تھا۔ (مالک، بخاری، مسلم، ابوداؤد)

"ابودرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے کہا، ہم رمضان میں شدید گرمی کے موسم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (سفر پر نکلے)۔ ہم لوگ گرمی کی شدت سے سر پر اپنا ہاتھ رکھے ہوئے تھے۔ ہم میں صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابن رواحہ رضی اللہ عنہ روزہ دار تھے، اور کسی کا روزہ نہ تھا۔" (بخاری، مسلم، ابوداؤد)

"محمد بن کعب سے مروی ہے، انہوں نے کہا، میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس رمضان کے مہینہ میں آیا۔ وہ سفر پر جا رہے تھے، ان کی سواری تیار کر دی گئی تھی اور انہوں نے اپنے سفر کے کپڑے پہن لیے تھے۔ اس وقت انہوں نے کھانا منگا کر کھایا۔ میں نے ان سے پوچھا، کیا یہ سنت ہے؟ انہوں نے فرمایا، ہاں۔ پھر وہ سوار ہو کر روانہ ہو گئے۔" (ترمذی)

"عبید بن جبیر سے مروی ہے، انہوں نے کہا، میں نے ابو بصرہ الغفاری رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک کشتی میں فسطاط سے رمضان کے مہینے میں سفر کیا، جب وہ روانہ ہوئے تو انہوں نے

صبح کا کھانا اپنے آگے رکھا اور مجھ سے کہا' پاس آجاؤ۔ میں نے کہا' کیا آپ (فسطاط کے) گھروں کو نہیں دیکھ رہے ہیں۔ انہوں نے فرمایا' کیا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے روگردانی کرتے ہو؟ تو انہوں نے کھانا کھایا اور میں نے بھی کھایا"۔ (ابوداؤد)

"منصور کلبی سے مروی ہے کہ دحیہ بن خلیفہ رضی اللہ عنہ دمشق کے ایک گاؤں سے اتنی دور کے سفر پر نکلے جتنا کہ عقبہ کی بستی فسطاط سے دور ہے' اور وہ تین میل ہے۔ یہ سفر رمضان کے مہینہ میں تھا۔ انہوں نے روزہ نہ رکھا' اور ان کے ساتھ بہت سے لوگوں نے روزہ نہ رکھا۔ کچھ دوسرے لوگوں نے روزہ نہ رکھنے کو ناپسند کیا۔ جب وہ اپنی بستی میں واپس آئے تو انہوں نے فرمایا' خدا کی قسم! آج میں نے ایک ایسی چیز دیکھی جس کے بارے میں مجھے گمان نہ تھا کہ میں اسے دیکھوں گا۔ کچھ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ کی روش سے روگرداں ہو گئے۔ اے اللہ! مجھے اپنے پاس بلا لے!" (ابوداؤد)

ان احادیث سے مجموعی طور پر یہ بات سامنے آتی ہے کہ سفر میں روزہ نہ رکھنے کی رخصت قبول کی جائے' اس سلسلے میں نرمی اور سہولت کی روش اختیار کی جائے' اور راجح یہی ہے کہ اس رخصت پر عمل کیا جائے۔ اس پر عمل کرنے کے لیے یہ شرط نہیں ہے کہ کوئی شخص مشقت سے دوچار ہو' جیسا کہ آخری دو احادیث سے معلوم ہوتا ہے۔ البتہ آٹھویں حدیث سے' جو حضرت ابو درداءؓ سے مروی ہے' یہ واضح ہوتا ہے کہ مشقت کی صورت میں ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور عبد اللہ بن رواحہؓ روزے سے رہے (جب کہ اور لوگوں کا روزہ نہ تھا)۔ مگر یہ عبادات کے سلسلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مخصوص رویہ تھا' جس سے آپؐ نے اپنے ساتھیوں کو بری الذمہ کر دیا تھا۔ جس طرح کہ آپؐ نے لوگوں کو "صومِ وصال" رکھنے سے روکا تھا مگر آپؐ خود کبھی کبھی "صومِ وصال" رکھتے' یعنی افطار کیے بغیر ایک روزے کو دوسرے روزے سے ملا دیتے۔ جب صحابہ کرامؓ نے آپؐ سے دریافت کیا کہ آپؐ ایسا کیوں کرتے ہیں' تو آپؐ نے فرمایا' میں تمھاری طرح نہیں ہوں' میرا رب مجھے کھلاتا پلاتا رہتا ہے۔ (بخاری' مسلم)۔ پہلی حدیث سے یہ ثابت ہے کہ آپؐ نے (سفر کی حالت میں) روزہ نہ رکھا' اور جن لوگوں نے روزہ رکھا' آپ نے ان کے بارے میں فرمایا' وہ نافرمان ہیں! وہ نافرمان ہیں! یہ حدیث فتح مکہ کے سال کی ہے' اس لیے یہ دوسری حدیثوں کے مقابلہ میں بعد کے دور کی ہے' اور اس سلسلے میں پسندیدہ اور بہتر روش کیا ہے' اس پر زیادہ روشنی ڈالنے والی ہے۔

ان حالات سے مجموعی طور پر جو صورت ابھر کر سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ دورِ نبویؐ میں

واقعات و حالات کی رعایت کی جاتی تھی' اور ان کا لحاظ کر کے ایک مخصوص اور متعین ہدایت دی جاتی۔ اسی لیے ان احادیث میں جو کسی ایک ہی عام موضوع سے متعلق مروی ہیں'ہم مختلف اور متنوع ہدایات پاتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مربی تھے' آپؐ (مجرد احکام سنانے کے بجائے) لوگوں کی (حسبِ حال) تربیت فرماتے' اور جیتے جاگتے حالات کا سامنا کرتے۔ آپؐ ان (مختلف) حالات کا سامنا جامد احکام سے نہ کرتے۔

مرض کے سلسلے میں کوئی تفصیل نہ مل سکی۔ ہاں' فقہاء کے اقوال موجود ہیں۔ ظاہر بات ہے کہ یہ حکم مطلق ہے' اور ہر اس حالت سے متعلق ہے جس پر "مرض" کا اطلاق ہوتا ہو۔ مرض کی نوعیت یا اس کے درجہ و مقدار کی کوئی تحدید و تعیین نہیں ہے' نہ یہ شرط ہے کہ مرض کی شدت کا خوف ہو۔ البتہ روزہ رکھنے کی صورت میں ہر روزے کے بدلے میں ایک روزے کی قضا واجب ہے' اور راجح یہ ہے کہ قضا کے روزوں کا مسلسل رکھنا ضروری نہیں ہے۔

اس تفصیل میں جانے سے میرا مقصد فقہی اختلافات کی بحثوں میں پڑنا نہیں ہے' عبادات کے سلسلے میں ایک اصولی قاعدے کو بیان کرنا ہے۔ نیز شعوری کیفیت پیدا کرنے سے ان عبادات کے محکم ربط کو واضح کرنا ہے۔ مقصد کے شعور کی یہ کیفیت عبادت گزار کے رویہ زندگی پر فیصلہ کن اثرات ڈالتی ہے' نیز اس کے قلب و ضمیر کی تربیت' اس کی عبادات کی بہترین ادائگی' اور زندگی میں اس کی روش کی عمدگی و خوبی کے لیے سب سے زیادہ اور سب سے پہلے قابل اعتماد ذریعہ ہے۔ یہ ایک پہلو ہے۔ دوسرا پہلو یہ ہے کہ ہم اس دین کو' اس کے تمام احکام کے ساتھ' اطاعت و تقویٰ کے جذبات کے تحت' اس طرح اپنائیں جس طرح اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔ اس دین کو ہم "من حیث المجموع" اس کی رخصتوں اور عزیمتوں کے ساتھ' ایک متوازن اور ہم آہنگ کُل کی حیثیت میں' اس طرح اختیار کریں کہ ہمیں اللہ (کے قانون) کے بارے میں طمانیت قلب' اس کی حکمت پر یقین اور اس کے تقویٰ کا شعور ہو۔

(ماخوذ سید قطب شہیدؒ' فی ظلال القرآن' جلد اوّل)

انسان کی صلاحیتِ کار پر روزے کا اثر

اس زمانہ میں جو لوگ مغرب کے مادہ پرستانہ فلسفہ زندگی سے متاثر ہیں' وہ روزے کے